ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

USMAN NOTES
www.usmannotes.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 3923

Program: BS Islamic Studies (Spec. Seerat Studies)

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ (شعبہ سیرت سٹڈیز)

کورس: صحابہ اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کے مناقب وخدمات (3923) • سطح: بی ایس علوم اسلامیہ (تخصص سیرت سٹڈیز)

سمسٹر: خزاں 2026

امتحانی مشق نمبر 2 (یونٹ 5-9)

کل نمبر: 100 • کامیابی کے نمبر: 0

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

Reference &For Study — SOLVED ASSIGNMENT GUIDE

نوٹ: یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کورس کی کتاب کے متعلقہ یونٹس غور سے پڑھیں، تصورات کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر اسائنمنٹ اپنے الفاظ میں لکھیں۔ اس گائیڈ کو ہو بہو نقل کرنے کے بجائے اپنی فہم کے مطابق تحریر کریں۔ جہاں کسی دینی یا قانونی مسئلے میں قطعی رائے درکار ہو وہاں اہلِ علم اور مستند علماء کی طرف رجوع کریں۔

سوال نمبر 1

سوال نمبر 1: اہل بیت وازواج مطہرات کی توہین کرنے والے کا حکم دلائل کے ساتھ تحریر کریں۔ (20 نمبر)

تعارف

اہلِ بیت اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہم امت کے مقدس ترین طبقات میں سے ہیں۔ قرآن کریم نے ازواجِ مطہرات کو مومنوں کی مائیں قرار دیا اور اہلِ بیت کو تطہیر و محبت کا خاص مقام عطا فرمایا۔ اس لیے ان کی توہین، ان پر طعن یا ان کی شان میں گستاخی کو اسلامی تعلیمات میں نہایت سنگین جرم سمجھا گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایسا کرنے والے کا شرعی حکم کیا ہے۔ اس جواب میں پہلے ان طبقات کے قرآنی مقام کو واضح کیا جائے گا، پھر علماء کے بیان کردہ حکم کو دلائل کے ساتھ پیش کیا جائے گا۔ ساتھ ہی یہ اصولی تنبیہ ضروری ہے کہ یہ بحث خالصتاً علمی و درسی ہے؛ کسی معین فرد یا واقعے پر حتمی حکم لگانا اور سزا کا اعلان مستند علماء، اہلِ افتاء اور با اختیار عدالتوں کا کام ہے، کسی عام فرد یا طالب علم کا نہیں۔ اس لیے یہاں بیان ہونے والے اصول کتابوں کے حوالے سے ہیں، ان کا اطلاق ہر شخص اپنے طور پر نہ کرے۔

ازواجِ مطہرات کا قرآنی مقام

سورۃ الاحزاب (33:6) میں مفہوماً ارشاد ہے کہ نبی مومنوں کے لیے ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں اور ان کی ازواج مومنوں کی مائیں ہیں۔ جس شخصیت کو قرآن نے سب مومنوں کی ماں قرار دیا ہو، اس کی توہین اولاد کی طرف سے ماں کی توہین کے حکم میں آتی ہے، اور یہ نسبت خود رسول اللہ ﷺ کی نسبت سے قائم ہے۔ اسی سورت میں (33:32-33) ازواج سے خطاب میں ان کے ممتاز مرتبے، تقویٰ اور اہلِ بیت کی تطہیر کا ذکر آیا ہے۔ سورۃ النور میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر لگائے گئے بہتان (واقعہ افک) کے جواب میں نازل ہونے والی آیات (24:11-26) نے مفہوماً اس طرزِ عمل کو سخت جرم و گناہ قرار دیا اور مومن مرد و عورت کے بارے میں حسنِ ظن کا حکم دیا۔ یہ آیات اس اصول کی بنیاد ہیں کہ ازواجِ مطہرات کی عزت پر حرف اٹھانا قرآن کی صریح تعلیمات کے خلاف ہے۔

اہلِ بیت کا قرآنی مقام

اہلِ بیت کی محبت و احترام کی بنیاد بھی قرآن میں موجود ہے۔ سورۃ الشوریٰ (42:23) میں مفہوماً فرمایا گیا کہ میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجر نہیں مانگتا، سوائے قرابت داروں کی محبت کے؛ مفسرین کی بڑی تعداد نے اسے رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں یعنی اہلِ بیت سے محبت کی ترغیب قرار دیا ہے۔ سورۃ الاحزاب (33:33) میں اہلِ

بیت سے رجس دور رکھنے اور کامل تطہیر کا ذکر ہے۔ سورۃ الاحزاب (33:57) میں یہ تنبیہ بھی ہے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں لعنت ہے؛ علماء نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اہل و ازواج اور صحابہ کی ایذا رسانی بھی اس ایذا میں داخل ہے کیونکہ ان کا تعلق خود رسول سے ہے۔ ان دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ اہلِ بیت کی توہین محض ایک اخلاقی برائی نہیں بلکہ نصوص کی روشنی میں بڑا دینی جرم ہے۔

حدیث و سیرت سے دلائل

احادیث میں اہلِ بیت و صحابہ کے بارے میں زبان کی حفاظت پر سخت تاکید آئی ہے۔ صحیح مسلم کی مشہور روایت (حدیثِ ثقلین) کا مفہوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کتاب اللہ اور اپنی عترت (اہلِ بیت) کے بارے میں امت کو وصیت فرمائی اور ان کا خیال رکھنے کی تاکید کی۔ ایک اور روایت کا مفہوم ہے کہ میرے صحابہ کو برا نہ کہو، کیونکہ ان کا مقام اتنا بلند ہے کہ بعد والا پہاڑ بھر سونا خرچ کر کے بھی ان کے ایک مد (مٹھی بھر اناج) کے اجر کو نہیں پا سکتا (صحیح بخاری و مسلم — مفہوم)۔ حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہم کے فضائل میں کثرت سے احادیث موجود ہیں۔ ان نصوص کا مجموعی پیغام یہ ہے کہ ان مقدس ہستیوں کی توہین کرنے والا دراصل رسول اللہ ﷺ کی وصیت و محبت کی خلاف ورزی کرتا ہے، اور یہی اس جرم کی سنگینی کی اصل بنیاد ہے۔

علماءِ امت کا بیان کردہ حکم

فقہاء و علماء نے اس مسئلے کو مختلف درجوں میں بیان کیا ہے جن کا خلاصہ یہ ہے۔ پہلی اتفاقی بات یہ ہے کہ اہلِ بیت و ازواجِ مطہرات کو گالی دینا، ان پر طعن کرنا یا ان کی توہین کرنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے، اور ایسا کرنے والا فاسق و گناہ گار ہے جس پر توبہ لازم ہے۔ دوسری بات یہ کہ ازواجِ مطہرات پر قذف (زنا کی تہمت) لگانا، خاص طور پر جن کی براءت قرآن میں نازل ہوئی، علماء کی اکثریت کے نزدیک کفر کے حکم تک جاتا ہے کیونکہ یہ قرآن کی تکذیب کے مترادف ہے؛ اس نکتے کی تفصیل شارحین نے سورۃ النور کی تفسیر میں بیان کی ہے۔ تیسری بات یہ کہ اگر توہین کا انداز دین کی کسی ضروری و قطعی بات کے انکار پر مشتمل ہو تو حکم مزید سخت ہو جاتا ہے، اور اگر محض بدزبانی و جذباتی طعن ہو تو اسے کبیرہ گناہ و تعزیری جرم سمجھا جاتا ہے۔ چوتھی بات یہ کہ دنیا میں سزا کا تعین و نفاذ ہر دور میں اہلِ اختیار (قاضی و حکومت) کا کام رہا ہے؛ پاکستان سمیت کئی مسلم ممالک کے

قوانین میں بھی ان مقدس شخصیات کی توہین پر تعزیری دفعات موجود ہیں (مثلاً پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ 298-A کا تعلق انہی مقدس ہستیوں کے بارے میں توہین آمیز کلمات سے ہے)۔ ان درجات سے معلوم ہوتا ہے کہ حکم کی شدت توہین کی نوعیت کے مطابق بدلتی ہے، اس لیے کسی ایک لفظ میں سب صورتوں کا ایک حکم بیان کرنا درست نہیں۔

جدول: توہین کی نوعیت اور علماء کے بیان کردہ درجات (خلاصہ)

نوعیت	علماء کا بیان کردہ عمومی درجہ	نوٹ
گالی / بدزبانی	حرام، کبیرہ گناہ، فسق	توبہ ورجوع لازم
ازواج پر بہتان / قذف	اکثر علماء کے نزدیک انتہائی سنگین؛ بعض نے کفر قرار دیا	قرآنی براءت کی تکذیب کا پہلو
طعن و تحقیر بطور عقیدہ	اہلِ سنت کے اصولوں سے انحراف؛ گمراہی کی بحث	معاملہ اہلِ علم کے سپرد
کسی معین فرد پر اطلاق	طالب علم کا کام نہیں	مستند علماء و عدالت کا اختیار

دلائل کا تجزیہ: حکم کی بنیاد کیا ہے؟

اس حکم کی بنیاد تین چیزوں پر ہے۔ پہلی بنیاد ان ہستیوں کی قرآنی حرمت ہے؛ جس کی عزت خود قرآن نے قائم کی ہو اس کی پامالی نص کی مخالفت ہے۔ دوسری بنیاد رسول اللہ ﷺ سے نسبت ہے؛ ازواج آپ کی اہلیہ اور اہلِ بیت آپ کا خاندان ہیں، اور عرف و شریعت دونوں میں کسی کی عزت اس کے اہل کی عزت سے جڑی ہوتی ہے۔ تیسری بنیاد امت کا اجماعی احترام ہے؛ چودہ سو برس سے امت ان شخصیات کے ادب پر متفق رہی ہے اور ہر دور کے علماء نے ان کی توہین کی مذمت کی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیے

کہ علمی اختلاف اور توہین میں فرق ہے؛ اہلِ علم تاریخی مسائل پر سنجیدہ تحقیق کرتے ہیں مگر ادب کے دائرے میں رہ کر۔ اس فرق کو ملحوظ رکھنا اس موضوع کی سب سے اہم علمی احتیاط ہے۔

عملی رہنمائی اور احتیاطی نوٹ

طالب علم کے لیے عملی رہنمائی یہ ہے: اول، ان ہستیوں کے بارے میں زبان ہمیشہ احترام سے تر رہے اور ان کا ذکر رضی اللہ عنہم کے دعائیہ کلمات کے ساتھ ہو۔ دوم، سوشل میڈیا یا مجالس میں جہاں توہین آمیز بات ہو وہاں جذباتی ردِ عمل کے بجائے حکمت و نرمی سے روکا جائے یا اس مجلس سے کنارہ کشی اختیار کی جائے۔ سوم، متنازع مسائل میں خود فتویٰ دینے کے بجائے مستند علماء سے رجوع کیا جائے اور اہلِ سنت کے معتبر ماخذ پڑھے جائیں۔ چہارم، اصلاح کا بہترین طریقہ ان کی سیرت و فضائل کا صحیح علم پھیلانا ہے، کیونکہ جہالت ہی اکثر بدگمانی کی جڑ ہوتی ہے۔ آخر میں دوبارہ یہ تنبیہ کہ اس جواب میں بیان شدہ شرعی درجات خالصتاً درس و علم بیان ہیں؛ کسی فرد پر ان کا اطلاق یا کسی سزا کا مطالبہ اہلِ افتاء و عدالت ہی کا اختیار ہے، اور شریعت خود بھی اعتدال و احتیاط کا درس دیتی ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن نے ازواجِ مطہرات کو مومنوں کی مائیں اور اہلِ بیت کو تطہیر و محبت کا مرکز قرار دیا، احادیث نے ان کے بارے میں زبان کی حفاظت کی وصیت کی، اور علماء نے ان کی توہین کو حرام و کبیرہ گناہ قرار دیا؛ بعض صورتوں، خاص طور پر قرآنی براءت کے باوجود ازواج پر بہتان، کو اس سے بھی سخت درجہ دیا گیا۔ یہ حکم ان ہستیوں کی حرمت، رسول اللہ ﷺ سے ان کی نسبت اور امت کے اجماعی ادب پر قائم ہے۔ مسلمان کا شیوہ یہی ہے کہ وہ محبت و احترام کو اپنا شعار بنائے اور ہر قسم کی بدزبانی سے بچے۔

سوال نمبر 2

سوال نمبر 2: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا نام و نسب اور ان کی دینی خدمات تفصیلاً تحریر کریں۔ (20 نمبر)

تعارف

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ انصار کے جلیل القدر صحابی، کثیر الروایت محدث اور مدینہ منورہ کے مفتی و معلم ہیں۔ آپ ان صحابہ میں سے ہیں جن کی طویل عمر نے انہیں اگلی نسل کے لیے علم کا خزانہ بنا دیا؛ آپ سے تقریباً ڈیڑھ ہزار احادیث مروی ہیں اور آپ کے حلقۂ درس سے بڑے بڑے تابعین نے فیض پایا۔ آپ کے والد حضرت عبد اللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ غزوۂ احد کے نامور شہداء میں سے ہیں جن کے بارے میں احادیث میں بڑی فضیلت آئی ہے۔ اس جواب میں پہلے آپ کا نام و نسب و خاندان، پھر قبولِ اسلام و غزوات میں شرکت، اور اس کے بعد آپ کی علمی و دینی خدمات کو تفصیل سے بیان کیا جائے گا۔

جدول: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ — مختصر تعارف

پہلو	تفصیل
نام و کنیت	جابر بن عبد اللہ؛ کنیت ابو عبد اللہ
والد	عبد اللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ، شہیدِ احد
قبیلہ	انصار، خزرج، بنو سلمہ
قبولِ اسلام	کم عمری میں؛ بیعتِ عقبہ ثانیہ میں والد کے ساتھ شرکت منقول
روایات کی تعداد	تقریباً 1,540 احادیث (کتبِ رجال میں مشہور عدد)
وفات	78 ہجری، مدینہ منورہ؛ عمر تقریباً 94 برس

نام ونسب

آپ کا پورا نسب نامہ کتبِ رجال میں یوں ملتا ہے: جابر بن عبد اللہ بن عمرو بن حرام بن ثعلبہ بن حرام بن کعب بن غنم بن کعب بن سلمہ الانصاری الخزرجی السلمی رضی اللہ عنہ۔ آپ قبیلہ خزرج کی شاخ بنو سلمہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ انصار کے سرداروں اور بیعتِ عقبہ کے نقباء میں سے تھے؛ وہ اور حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ سسرالی رشتے سے بھی جڑے تھے اور دونوں احد میں شہید ہو کر ایک ہی قبر میں دفن ہوئے۔ آپ کی والدہ کا نام نسیبہ بنت عقبہ بن عدی الانصاریہ بیان کیا جاتا ہے۔ والد کی شہادت کے بعد گھر کی ذمہ داری جوان جابر پر آئی؛ انہیں نو بہنیں (بعض روایات میں سات) تھیں جن کی کفالت آپ نے بڑی ذمہ داری سے کی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس ذمہ داری کے پیشِ نظر آپ سے خاص شفقت فرمائی اور آپ کی سادگی کے معاملات میں راہنمائی فرمائی، جس کی تفصیل صحیح بخاری میں موجود ہے۔

قبولِ اسلام اور بیعتِ عقبہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کم عمر تھے جب اسلام مدینہ میں پھیلا۔ آپ خود بیان کرتے ہیں کہ وہ بیعتِ عقبہ ثانیہ میں اپنے والد کے ساتھ شریک تھے یا اسی فضا میں پروان چڑھے؛ کتبِ سیر میں آپ کو بیعتِ عقبہ کے شرکاء میں شمار کیا گیا ہے اور بعض روایات کے مطابق آپ اس موقع پر سب سے کم عمر شریک تھے۔ اس بیعت نے مدینہ میں اسلام کی بنیاد مضبوط کی اور ہجرت کی راہ ہموار ہوئی۔ یوں آپ کا شمار ان انصاری نوجوانوں میں ہوتا ہے جنہوں نے تاریخ کے فیصلہ کن موڑ پر رسول اللہ ﷺ سے وفاداری کا عہد کیا۔ آپ کی یہ نوجوانی کی وابستگی عمر بھر قائم رہی اور آپ آخری عمر تک رسول اللہ ﷺ کی یادوں کو امت تک پہنچاتے رہے۔

غزوات وجہاد میں شرکت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے خود بیان فرمایا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ انیس غزوات میں شریک ہوئے (صحیح مسلم — مفہوم)۔ غزوۂ بدر و احد میں کم عمری و والد کی خدمت کی وجہ سے شرکت نہ ہو سکی؛ احد میں آپ کے والد نے آپ کو بہنوں کی دیکھ بھال کے لیے مدینہ میں روک لیا تھا اور خود شہادت پائی۔ اس کے بعد آپ کم و بیش ہر بڑے

معرکے میں حاضر رہے۔ والد کی شہادت کے بعد قرض کی ادائیگی کا واقعہ مشہور ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کی دعا و برکت سے کھجوروں کے ڈھیر سے تمام قرض ادا ہو گیا اور مقدار بھی کم نہ ہوئی؛ یہ معجزہ صحیح بخاری میں تفصیل سے مذکور ہے۔ اسی طرح سفر میں آپ کے کمزور اونٹ والا واقعہ، جس میں رسول اللہ ﷺ نے اونٹ خریدنے کا معاملہ فرمایا اور پھر واپس بھی کر دیا، بخاری و مسلم کی مشہور روایات میں سے ہے اور رسول اللہ ﷺ کی شفقت و مزاحِ شریف کی دل نشین مثال ہے۔

علمِ حدیث کی خدمت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی سب سے عظیم خدمت حدیث کی روایت و حفاظت ہے۔ آپ سے تقریباً پندرہ سو چالیس احادیث مروی ہیں، جس کی وجہ سے آپ "مکثرین" صحابہ میں شامل ہیں۔ آپ کی روایات عبادات، معاملات، غزوات، مناسکِ حج اور سماجی زندگی کے ہر شعبے پر محیط ہیں۔ آپ کی مروی طویل حدیث جو حجۃ الوداع کی تفصیل بیان کرتی ہے (صحیح مسلم، کتاب الحج) مناسک کی تحقیق میں بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ علم کے حصول میں آپ کی محنت کی ایک مثال وہ سفر ہے جو آپ نے ایک حدیث سننے کے لیے شام تک کیا؛ کتبِ حدیث میں یہ واقعہ طلبِ علم کی لگن کی عمدہ مثال کے طور پر ذکر ہوتا ہے (مفہوماً منقول)۔ آپ کا طریقہ یہ تھا کہ سنی ہوئی بات کو تحقیق کے ساتھ آگے پہنچاتے اور اپنے شاگردوں کو بھی اسی احتیاط کی تربیت دیتے۔

افتاء، تدریس اور مدنی خدمات

رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت جابر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں افتاء و تدریس کا مرکز بن گئے۔ مسجدِ نبوی میں آپ کا حلقہ لگتا تھا جس میں لوگ مسائل پوچھتے اور احادیث سنتے تھے۔ بڑے تابعین، جن میں محمد بن المنکدر، عطاء بن ابی رباح اور عمرو بن دینار جیسے نام آتے ہیں، آپ کے شاگردوں و سامعین میں شمار ہوتے ہیں۔ خلفائے راشدین کے ادوار میں بھی آپ کا علمی مقام مسلم رہا اور فتوحات کے ادوار میں آپ سے مشورے لیے جاتے رہے۔ آپ کی طویل عمر کا یہ فائدہ ہوا کہ آپ نے بعد کی نسل کو عہدِ نبوی سے براہِ راست جوڑ دیا؛ جب صحابہ کی تعداد کم ہوتی گئی تو لوگ سیرت و سنت کی معلومات کے لیے آپ کی طرف رجوع کرتے۔ بعض روایات میں آپ کو مدینہ میں سب سے آخر میں وفات پانے والے صحابی کے طور پر بھی ذکر کیا گیا ہے، جس سے آپ کی علمی مرکزیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

اخلاق وزہد

علمی خدمات کے ساتھ آپ کی سیرت میں زہد، تواضع اور خدمتِ خلق نمایاں ہے۔ والد کے قرض کی ادائیگی کے لیے آپ نے برسوں محنت کی اور بہنوں کی شادیوں تک اپنا فرض نبھایا۔ گھریلو معاملات میں آپ نے خود رسول اللہ ﷺ سے مشورہ کیا اور نبی کریم ﷺ نے آپ کی نئی شادی کے موقع پر دعا و راہنمائی فرمائی۔ بڑھاپے میں بینائی کمزور ہو جانے کے باوجود آپ کا درس و افتا جاری رہا۔ آپ کی زندگی اس بات کا ثبوت ہے کہ عالمِ دین کی اصل عظمت صرف معلومات میں نہیں بلکہ ذمہ داریوں کی ادائیگی، خاندان کی کفالت اور معاشرے کی خدمت میں بھی ہوتی ہے۔

وفات

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی وفات 78 ہجری میں مدینہ منورہ میں ہوئی؛ بعض روایات میں 74 یا 77 ہجری بھی منقول ہے، مگر مشہور قول 78 ہجری کا ہے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر تقریباً چورانوے برس تھی۔ آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ آپ کی وفات کے ساتھ مدینہ میں عہدِ نبوی کی براہِ راست نشانیوں کا ایک روشن باب بند ہوا، مگر آپ کی روایات و شاگردوں کے ذریعے آپ کا علمی فیض قیامت تک جاری رہے گا۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا نام و نسب انصار کے معزز گھرانے بنو سلمہ سے جڑا ہے؛ والد شہیدِ احد، خود انیس غزوات کے شریک، ڈیڑھ ہزار احادیث کے راوی، مدینہ کے مفتی و معلم اور زہد و ذمہ داری کا نمونہ۔ آپ کی خدمات جہاد، روایتِ حدیث، افتاء اور تربیت، ہر میدان میں نمایاں ہیں۔ اس لیے کتبِ مناقب میں آپ کو مدینہ کے بعد کے دور کے سب سے بڑے علمی ستونوں میں شمار کیا جاتا ہے اور آپ کی سیرت طالب علم کے لیے اس سبق کا خلاصہ ہے کہ علم، قربانی اور خدمت مل جائیں تو شخصیت تاریخ بن جاتی ہے۔

سوال نمبر 3

سوال نمبر 3: اہل بیت اور ازواجِ مطہرات سے مراد واضح کرنے کے بعد ان کے ادب واحترام پر جامع نوٹ لکھیں۔ (20 نمبر)

تعارف

نبوی خاندان سے محبت و احترام اسلامی تہذیب کا امتیاز ہے۔ مگر اس موضوع پر گفتگو سے پہلے دو اصطلاحات کا درست مفہوم جاننا ضروری ہے: "اہلِ بیت" اور "ازواجِ مطہرات"۔ لغوی و اصطلاحی غلط فہمیاں اکثر افراط و تفریط پیدا کرتی ہیں؛ کہیں محبت میں غلو اور کہیں ادب میں کمی۔ اہلِ سنت کا معتدل مؤقف یہ ہے کہ ازواجِ مطہرات بھی قرآن کی نص کے مطابق اہلِ بیت میں شامل ہیں اور بنو ہاشم و بنو مطلب کے اہلِ ایمان بھی اس شرف کے حامل ہیں۔ اس نوٹ میں پہلے دونوں اصطلاحات کی وضاحت، ازواج کے نام، پھر ادب واحترام کے قرآنی و حدیثی دلائل اور آخر میں عملی آداب بیان کیے جائیں گے۔

اہلِ بیت سے مراد

"اہلِ بیت" کے لغوی معنی گھر والے ہیں۔ اصطلاح میں اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کے خاندان کے وہ افراد ہیں جن پر صدقہ حرام قرار دیا گیا اور جن کے لیے خمس و فیٔ میں حصہ مقرر ہوا؛ یعنی بنو ہاشم اور بقول بعض بنو مطلب کے مسلمان۔ صحیح مسلم میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی وضاحت (حدیثِ ثقلین کے ذیل میں) کا مفہوم ہے کہ اہلِ بیت وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے: آلِ علی، آلِ عباس، آلِ جعفر اور آلِ عقیل رضی اللہ عنہم۔ دوسری طرف سورۃ الاحزاب کی آیتِ تطہیر (33:33) کا سیاق ازواجِ مطہرات سے خطاب ہے، اس لیے جمہور مفسرین و علماء کے نزدیک ازواج بھی اہلِ بیت میں داخل ہیں۔ حضرت عباس، حضرت علی، سیدہ فاطمہ، حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہم سمیت پورا نبوی خاندان اس دائرے میں آتا ہے۔ بعض نے اس اصطلاح کو خاص پانچ ہستیوں (پنجتن) تک اور بعض نے پورے قبیلے تک وسیع کیا ہے؛ علمی معتدل رویہ یہی ہے کہ نصوص کے مجموعے کو سامنے رکھ کر تمام قرآنی و حدیثی استعمالات کو جمع کیا جائے۔

ازواجِ مطہرات سے مراد

ازواجِ مطہرات سے مراد رسول اللہ ﷺ کی گیارہ اہلیہ ہیں جنہیں قرآن نے "امہات المومنین" یعنی مومنوں کی مائیں قرار دیا(33:6) اور ان کا نکاح آپ ﷺ کے بعد کسی سے جائز نہیں رکھا(33:53 — مفہوم)۔ ان کے نام یہ ہیں: حضرت خدیجہ بنت خویلد، حضرت سودہ بنت زمعہ، حضرت عائشہ بنت ابی بکر، حضرت حفصہ بنت عمر، حضرت زینب بنت خزیمہ، حضرت ام سلمہ (ہند بنت ابی امیہ)، حضرت زینب بنت جحش، حضرت جویریہ بنت الحارث، حضرت ام حبیبہ (رملہ بنت ابی سفیان)، حضرت صفیہ بنت حیی اور حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہن۔ "مطہرات" کا لفظ ان کی اس پاکیزگی کی طرف اشارہ ہے جو قرآن نے ان کے لیے بیان فرمائی۔ ان میں سے ہر ایک کی اپنی خدمات ہیں؛ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی مالی و نفسیاتی نصرت، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی علمی خدمات اور دیگر ازواج کی روایت و تربیت امت کا خزانہ ہے۔

جدول: اہلِ بیت و ازواجِ مطہرات — مفہوم کا خلاصہ

بنیادی ماخذ (مفہوم)	مراد	اصطلاح
آیتِ تطہیر کا سیاق و مجموعی نصوص	ازواج + بنو ہاشم کے اہلِ ایمان	اہلِ بیت (وسیع)
صحیح مسلم — زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی روایت	آلِ علی، آلِ عباس، آلِ جعفر، آلِ عقیل	اہلِ بیت (حدیثی وضاحت)
سورۃ الاحزاب 33:6	گیارہ امہات المومنین	ازواجِ مطہرات
قرآن و سنت کی مجموعی تعلیمات	محبت، ادب، دعا، سیرت کی پیروی	مشترک حکم

ادب و احترام کے قرآنی دلائل

قرآن کریم نے اس ادب کی بنیاد کئی طرح رکھی ہے۔ ازواج کو ماؤں کا درجہ دینا(33:6) خود سب سے بڑا ادب سکھاتا ہے، کیونکہ ماں سے محبت و فرماں برداری انسان کی فطرت میں رکھ دی گئی ہے۔ آیتِ تطہیر(33:33) نے اہلِ بیت کی پاکیزگی بیان کر کے ان کے احترام کو ایمانی تقاضا بنا دیا۔ سورۃ الشوریٰ(42:23) میں قرابت کی محبت کو

اجرِ رسالت کے قائم مقام ذکر کیا گیا، جسے مفسرین نے اہلِ بیت سے محبت کی بڑی دلیل قرار دیا ہے۔ سورۃ الاحزاب (33:56) میں اللہ و فرشتوں کے درود کے بعد مومنوں کو بھی نبی ﷺ پر درود و سلام کا حکم ہے، اور درودِ شریف میں آلِ محمد پر بھی درود شامل ہے جو روزانہ نماز میں پڑھا جاتا ہے؛ یہ اس بات کا عملی نظام ہے کہ اہلِ بیت کا ذکر مومن کی عبادت کا حصہ بن جائے۔ اس کے برعکس اہلِ بیت کو ایذا دینے والوں کو ایذا دینے کو سورۃ الاحزاب (33:57) کی روشنی میں سخت گناہ قرار دیا گیا ہے۔

حدیث و اسوہ سے دلائل

حدیثِ ثقلین (صحیح مسلم) میں رسول اللہ ﷺ نے قرآن کے ساتھ اپنے اہلِ بیت کے بارے میں اللہ کا خوف یاد دلایا اور ان کے حقوق کی تاکید فرمائی۔ حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو جنت کے نوجوانوں کے سردار اور اپنے پھول قرار دینا، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جنت کی عورتوں کی سردار کہنا، اور ازواج کی فضیلت میں فرامین صحیح کتب میں موجود ہیں۔ صحابہ کرام کا عمل بھی اس ادب کا نمونہ تھا؛ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی قرابت داروں سے صلہ رحمی کو اپنے قرابت داروں سے صلہ سے زیادہ محبوب قرار دیا (صحیح بخاری — مفہوم)۔ خلفائے راشدین نے اہلِ بیت کے وظائف و عزت کا پورا اہتمام کیا۔ یوں ادبِ اہلِ بیت محض نظریہ نہیں بلکہ اسوۂ نبوی و صحابہ سے ثابت شدہ عمل ہے۔

ادب و احترام کے عملی آداب

اس احترام کے چند عملی آداب یہ ہیں۔ اول: ان کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ و علیہ السلام جیسے دعائیہ کلمات اور پورے ادب سے ذکر کرنا۔ دوم: ان کی سیرت کا مطالعہ کرنا اور بچوں کو ان کی زندگیاں سنانا تاکہ محبت معرفت پر قائم ہو۔ سوم: ان کی طرف منسوب ہر بات کو تحقیق کے بغیر نہ قبول کرنا نہ رد کرنا؛ روایات کی جانچ اہلِ علم کے اصولوں سے کرنا۔ چہارم: تاریخی اختلافات کے ذکر میں زبان کو قابو میں رکھنا اور کسی فریق کی تحقیر سے بچنا۔ پنجم: درود و سلام کی کثرت اور ان کے لیے دعائے مغفرت کو معمول بنانا۔ ششم: ان کی نسبت سے آج کے دور میں موجود سادات و اہلِ فضل کا عمومی احترام کرنا، بغیر اس کے کہ کسی کے لیے شرعی احکام میں غیر ضروری استثناء پیدا کیا جائے۔ ہفتم: محبت کے اظہار میں غلو سے بچنا؛ یعنی ان کے مقام کو نصوص کی حدود میں رکھنا، کیونکہ ادب کا تقاضا یہی ہے کہ نہ کمی ہو نہ حد سے تجاوز۔

محبتِ اہلِ بیت کے ثمرات

اس محبت و احترام کے روحانی و سماجی ثمرات بھی احادیث و تاریخ میں بیان ہوئے ہیں۔ روحانی ثمر یہ ہے کہ اہلِ بیت کی محبت رسول اللہ ﷺ کی محبت کی علامت و تکمیل ہے، کیونکہ کسی سے محبت اس کے اہل سے محبت کے بغیر نامکمل رہتی ہے۔ سماجی ثمر یہ ہے کہ امت کے مختلف طبقات ان مشترک محبوب ہستیوں کے گرد متحد رہتے ہیں؛ اہلِ بیت کا احترام مسلم معاشرے میں عدل، رحم اور نسبی وقار کی حفاظت کا ذریعہ بھی بنا۔ تعلیمی ثمر یہ ہے کہ امت نے علم کا بڑا ذخیرہ اہلِ بیت و امہات المومنین ہی سے حاصل کیا؛ فقہ و حدیث کی کئی اہم روایتیں انہی کے ذریعے پہنچیں۔ اس لیے یہ احترام جذباتی وابستگی کے ساتھ ساتھ علمی و تاریخی شکر گزاری بھی ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ اہلِ بیت سے مراد رسول اللہ ﷺ کے پاکیزہ خاندان کے لوگ ہیں جن میں ازواجِ مطہرات اور فرزندی رو سے سب سے پہلے شامل ہیں، اور ازواجِ مطہرات وہ گیارہ امہات المومنین ہیں جن کی زندگیاں امت کے لیے نمونہ ہیں۔ قرآن و حدیث دونوں نے ان کی محبت، ادب و احترام کو ایمان کا حصہ بنایا اور اس کی خلاف ورزی کو سخت گناہ قرار دیا۔ اعتدال یہی ہے کہ محبت عقیدت کی حد تک ہو، تحقیق علم کے اصولوں پر ہو اور زبان ہمیشہ ادب کے دائرے میں رہے۔ یہی اسوۂ نبوی اور صحابہ و تابعین کی روش ہے۔

سوال نمبر 4

سوال نمبر 4: ۔۔۔۔ کے بعد صحابہ کرام کے انفاق فی سبیل اللہ پر مضمون لکھیں۔ (20 نمبر) [نوٹ: اصل سوالیہ پرچے میں اس سوال کا آغاز "کے بعد" سے ہوتا ہے اور اس سے پہلا لفظ پرچے میں مذکور نہیں؛ اس لیے جواب میں انفاقِ صحابہ کا ہر دور — قبلِ ہجرت، مدنی دور اور بعد کے ادوار سمیت — مکمل احاطہ کیا گیا ہے۔]

تعارف

انفاق فی سبیل اللہ یعنی اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا قرآن کریم کی ان عبادات میں سے ہے جن پر سب سے زیادہ ترغیب دی گئی ہے۔ اصطلاحی طور پر اس سے مراد ہر وہ خرچ ہے جو اللہ کی رضا کے لیے دین کی سربلندی، ضرورت مندوں کی مدد، جہاد کی تیاری، علم کی اشاعت یا کسی بھی نیک مقصد میں کیا جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انفاق کو محض رسم نہیں بلکہ ایمان کی عملی پہچان بنا لیا تھا۔ سوال میں "کے بعد" کا لفظ اسی پہلو کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اصل پرچے میں کسی خاص مرحلے کے بعد کے انفاق کا ذکر مطلوب تھا، مگر وہ لفظ پرچے میں دستیاب نہیں؛ احتیاطاً اس جواب میں انفاق کی مکمل تصویر پیش کی جائے گی: مکی دور کا انفاق، مدنی دور کی عظیم مثالیں، غزوات کی تیاریوں میں حصہ، فتحِ مکہ کے بعد کا دور اور رسول اللہ ﷺ کے بعد خلافت کے زمانے میں بھی جاری رہنے والا یہ سلسلہ۔ یوں موضوع کے کسی پہلو کا چھوٹنا ممکن نہیں رہے گا۔

انفاق کی قرآنی بنیاد

قرآن نے انفاق کو ایمان کی علامتوں میں شمار کیا ہے۔ سورۃ البقرہ (2:261) میں اللہ کی راہ میں خرچ کیے گئے دانے کی مثال اس بالی سے دی گئی ہے جس سے سات سو دانے نکلیں اور اللہ جس کے لیے چاہے اس سے بھی بڑھا دے۔ سورۃ البقرہ (2:267) میں اچھا اور پاکیزہ مال خرچ کرنے کا حکم ہے۔ سورۃ آلِ عمران (3:92) کا مفہوم ہے کہ تم نیکی کو نہیں پا سکتے جب تک اپنی محبوب چیز میں سے خرچ نہ کرو۔ سورۃ التوبہ (9:34) میں سونا چاندی جمع کر کے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے والوں پر وعید آئی ہے۔ صحابہ نے ان آیات کو سن کر ان پر فوری عمل کیا؛ ان کی زندگیوں میں آیت کا نزول اور عمل کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہوتا تھا۔ یہی بے تاخیر اطاعت ان کے انفاق کو تاریخ کا سب سے روشن باب بناتی ہے۔

مکی دور اور ہجرت کے زمانے کا انفاق

مکہ کے مشکل دور میں انفاق کی صورتیں مختلف تھیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا مال کمزور مسلمان غلاموں کو آزاد کرنے پر خرچ کیا؛ حضرت بلال، حضرت عامر بن فہیرہ اور کئی دیگر رضی اللہ عنہم کی آزادی اسی انفاق کا ثمر تھی۔ آیات میں اس عمل کی تعریف موجود ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی پوری تجارت و دولت نبوت

کی نصرت کے لیے وقف کر دی، جس کا اعتراف خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ہجرت کے سفر میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنا مال ساتھ رکھا اور پورے سفر کی خدمت اسی سے ہوئی۔ غارِ ثور کی راتوں کی خوراک و انتظام سے لے کر سواریوں تک، ہر مرحلے پر یہ انفاق نبوی سفر کی ریڑھ کی ہڈی بنا۔ اس دور کا انفاق تعداد میں کم مگر قیمت میں سب سے بڑا تھا کیونکہ یہ غربت و خطرے کے [illegible] کیا گیا تھا۔

مدنی دور: مواخات اور ایثار کی معاشی صورت

مدینہ میں انفاق نے اجتماعی شکل اختیار کر لی۔ مواخات کے رشتے کے تحت انصار نے اپنے مکان و باغات مہاجرین کے سامنے پیش کر دیے۔ حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ کی پیش کش اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی خود داری والا مشہور واقعہ کتبِ سیر کی زینت ہے؛ انصاری صحابی نے نصف مال کی پیش کش کی اور مہاجر صحابی نے بازار کا راستہ پوچھ کر محنت سے کمائی کو ترجیح دی۔ مسجدِ نبوی کی تعمیر، اصحابِ صفہ کی کفالت، وافدین کی مہمان نوازی اور عام ضرورت مندوں کی مدد، سب اسی انفاق کے دھارے سے سیراب ہوئے۔ بیت المال کے باقاعدہ نظام سے پہلے یہی رضاکارانہ انفاق ریاستِ مدینہ کا معاشی سہارا تھا، اور اس کی برکت سے ایک ایسا معاشرہ وجود میں آیا جس میں دولت کی گردش چند ہاتھوں میں سمٹنے کے بجائے سب تک پہنچتی تھی۔

غزوات کی تیاری میں انفاق

غزوات کی تیاریوں میں صحابہ کے انفاق کی مثالیں احادیث میں تفصیل سے محفوظ ہیں۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اتنی بڑی تعداد میں سواریاں، اسلحہ و نقدی پیش کی کہ اس موقع کی روایتوں میں انہیں خاص فضیلت ملی اور جیشِ عسرت (تنگی کی فوج) کی تیاری ان کے نام سے جڑ گئی۔ اسی موقع پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنا سارا مال لے آئے اور گھر کے لیے اللہ و رسول کو کافی کہا؛ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آدھا مال لائے اور فرمایا کہ آج ابو بکر سے آگے نہیں بڑھ سکا (سنن ترمذی و ابی داؤد — مفہوم)۔ غزوۂ تبوک ہی میں غریب صحابہ سواری نہ پا کر روئے جن کا ذکر سورۃ التوبہ (9:92) میں آیا؛ ان کے رونے کو بھی اللہ نے اپنے ہاں قیمت دی، کیونکہ انفاق صرف مال والوں کا عمل نہیں نیت والوں کا بھی ہے۔ بدر و احد و خندق کی تیاریوں میں بھی اہلِ مدینہ نے اسی جذبے سے حصہ لیا۔

انفرادی انفاق کی روشن مثالیں

انفرادی سطح پر کئی مثالیں لازوال ہیں۔ حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنا محبوب باغ "بیر حاء" آیتِ "لن تنالوا البر" سن کر اللہ کی راہ میں دے دیا (صحیح بخاری و مسلم — مفہوم)۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ تجارت سے کثیر مال کماتے اور اسی سخاوت سے خرچ کرتے؛ مدینہ میں قافلوں کی آمد پر ان کی امداد مشہور ہے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو سخاوت کی وجہ سے "طلحہ الخیر والجود" کہا گیا۔ خواتین صحابیات بھی پیچھے نہ رہیں؛ انہوں نے اپنے زیورات تک غزوات و ضرورت مندوں کے لیے پیش کیے، جیسا کہ کتبِ سیر میں تبوک و دیگر مواقع پر خواتین کے زیور اتار کر دینے کے واقعات مذکور ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خیبر کی زمین کو وقف کر کے اسلام میں وقف کی عظیم روایت کی بنیاد رکھی جو آج تک جاری ہے۔ یہ مثالیں بتاتی ہیں کہ انفاق صحابہ کے ہاں وقتی جذبہ نہیں بلکہ دائمی کاز تھا، وقتی جوش نہیں۔

فتحِ مکہ کے بعد اور عہدِ نبوی کے آخری دور کا انفاق

فتحِ مکہ کے بعد جب اسلام کو غلبہ حاصل ہوا تو انفاق کی وسعت بھی بڑھ گئی۔ نئے مسلمان ہونے والے مال دار افراد بھی اس کارواں میں شامل ہوئے اور سرحدی مہمات و وفود کے اخراجات اسی جذبے سے پورے ہونے لگے۔ حجۃ الوداع تک آتے آتے مدینہ ایک ایسی فلاحی فضا کا مرکز بن چکا تھا جہاں امیر کا مال غریب کا حق سمجھا جاتا تھا۔ صدقۂ فطر، زکاۃ کا نظام و کفارات — ان تمام مدنی احکام پر صحابہ کا عمل اسی تربیت کا نتیجہ تھا جو انہوں نے برسوں نبوی صحبت میں پائی تھی۔ اس دور کا انفاق اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ اب یہ محض چند افراد کی سخاوت نہیں رہا تھا بلکہ پورے معاشرے کی اقدار میں ڈھل چکا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کے بعد خلافت کے دور کا انفاق

اگر سوال کے "کے بعد" سے مراد رسول اللہ ﷺ کے بعد کا دور لیا جائے تو بھی صحابہ کا انفاق اسی شان سے جاری نظر آتا ہے۔ جنگِ یرموک و قادسیہ کی تیاریوں، فتوحات کے لشکروں کی رسد، مفتوحہ علاقوں میں مساجد و مدارس کے قیام اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں بحری بیڑے کی تیاری جیسی بڑی منصوبہ بندیاں اسی انفاقی جذبے سے پوری ہوئیں۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت بھی بڑی رقوم فی سبیل اللہ وصیت کیں۔ حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کی سخاوت خلافت

کے دور میں بھی جاری رہی۔ فتنوں کے دور میں بھی اہلِ خیر کا یہ طبقہ ضرورت مندوں، یتیموں و بیواؤں کی کفالت میں مشغول رہا۔ یوں انفاق کی یہ روایت عہدِ نبوی سے خلافت و اس کے بعد کے ادوار تک ایک مسلسل دھارا د کھائی دیتی ہے جو وقتی نہیں، نسل در نسل منتقل ہونے والی قدر تھی۔

انفاقِ صحابہ کی خصوصیات

صحابہ کے انفاق کی چند خصوصیات اسے ممتاز کرتی ہیں۔ پہلی اخلاص؛ وہ شہرت کے لیے نہیں اللہ کی رضا کے لیے دیتے تھے اور بعض اوقات پوشیدہ دینا پسند کرتے تھے۔ دوسری محبوب مال کی قربانی؛ قرآن کی شرط کے مطابق وہ اپنی پسندیدہ چیز خرچ کرتے تھے۔ تیسری فوری عمل؛ حکم سنتے ہی تاخیر نہیں کرتے تھے۔ چوتھی مقدار پر کیفیت کی ترجیح؛ غریب صحابی کی قلیل رقم بھی نیت کی وجہ سے وزنی سمجھی گئی۔ پانچویں رشتہ داروں و قریبی ضرورت مندوں کا لحاظ؛ انہوں نے انفاق کو خاندانی ذمہ داریوں سے ٹکراؤ نہیں بنایا بلکہ توازن رکھا۔ چھٹی یہ کہ انفاق کے ساتھ ذاتی محنت و کمائی کی حلال پر اصرار تھا؛ وہ جانتے تھے کہ ناپاک مال کا صدقہ فعال خیر نہیں ہوتا۔ یہ خصوصیات آج کے نظامِ زکاۃ و فلاح کے لیے بھی رہنما اصول فراہم کرتی ہیں۔

نتیجہ

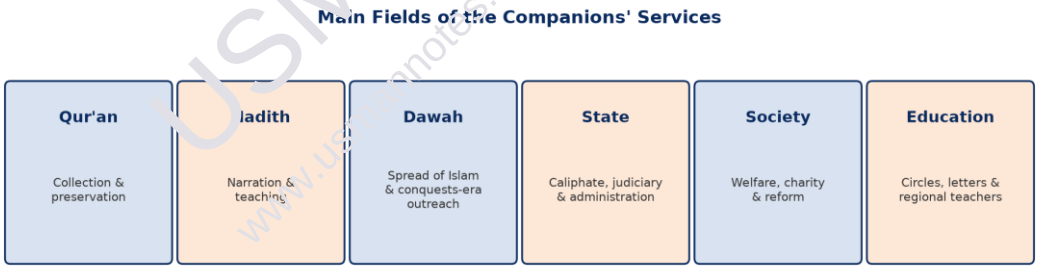
خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کا انفاق فی سبیل اللہ مکی دور کی مخلصانہ آزادی و نصرت سے شروع ہو کر مدنی معاشرے کی فلاحی بنیاد بنا، غزوات کی کامیابیوں کا سہارا بنا اور رسول اللہ ﷺ کے بعد کے ادوار میں بھی اسی تسلسل سے جاری رہا۔ انہوں نے ثابت کیا کہ مال اللہ کی امانت ہے اور اس کی بہترین جگہ اس کے بندوں کی ضرورت و دین کی خدمت ہے۔ آج کا مسلمان اگر انفاقِ صحابہ کو نمونہ بنائے تو معاشرے کی محرومیوں میں نمایاں کمی آسکتی ہے؛ یہی اس موضوع کا اصل پیغام ہے۔

سوال نمبر 5

سوال نمبر 5: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خدمات پر مضمون تحریر کریں۔ (20 نمبر)

تعارف

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خدمات انسانی تاریخ کا وہ باب ہیں جس کے بغیر نہ قرآن کی تدوین سمجھ آتی ہے، نہ حدیث کی حفاظت، نہ اسلام کی عالمگیر اشاعت۔ یہ وہ جماعت ہے جس نے ایک نسل کے اندر عرب کے صحرائی معاشرے کو ایک عالمی تہذیب کی بنیاد میں بدل دیا۔ ان کی خدمات کا دائرہ عقیدہ و عبادت سے لے کر ریاست، قانون، تعلیم، معیشت اور اخلاق تک پھیلا ہوا ہے۔ اس مضمون میں ان خدمات کو بڑے بڑے عنوانات کے تحت ترتیب سے بیان کیا جائے گا تاکہ طالب علم کے سامنے مجموعی تصویر واضح ہو جائے۔ خدمات کی تفصیل سے پہلے یہ اصول ذہن میں رکھنا چاہیے کہ یہ خدمات کسی تنخواہ یا سرکاری نظام کے تحت نہیں بلکہ خالص ایمانی جذبے سے انجام پائیں، اور اسی لیے ان کی قیمت تاریخ میں سب سے زیادہ ہے۔



شکل: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خدمات کے نمایاں شعبے

قرآن کریم کی حفاظت و تدوین کی خدمت

سب سے بڑی خدمت قرآن کی حفاظت ہے۔ صحابہ میں کاتبینِ وحی نے نزول کے ساتھ ساتھ آیات کو لکھا، سینکڑوں حفاظ نے انہیں حفظ کیا اور قراء نے اس کی تعلیم عام کی۔ جنگِ یمامہ میں حفاظ کی بڑی تعداد شہید ہونے پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورے سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں قرآن کو ایک مصحف میں جمع کرایا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اختلافِ قراءت کے پیشِ نظر امت کو ایک مصحف پر جمع کر کے نسخے بڑے شہروں میں بھیجے؛ اسی لیے

انہیں جامع القرآن کہا جاتا ہے۔ آج دنیا بھر میں پڑھا جانے والا قرآن انہی خدمات کا ثمر ہے۔ تفسیر کی بنیاد بھی صحابہ کے اقوال پر ہے، کیونکہ انہوں نے آیات کے شانِ نزول و مفاہیم براہِ راست رسول اللہ ﷺ سے سیکھے تھے۔

حدیث و سنت کی روایت و حفاظت

دوسری عظیم خدمت سنت کی حفاظت ہے۔ صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کے اقوال، افعال و تقریرات کو یاد رکھا، لکھا (بعض صحابہ کے صحیفے مشہور ہیں، جیسے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا صحیفہ صادقہ) اور امت تک پہنچایا۔ مدینہ، مکہ، کوفہ، بصرہ، شام و مصر میں پھیلے ہوئے صحابہ نے وہاں حدیث کے مراکز قائم کر دیے۔ حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت عائشہ، حضرت انس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم جیسے مکثرین کی روایات چھ بڑی کتبِ حدیث کی بنیاد ہیں۔ محدثین کا پورا نظامِ اسناد دراصل صحابہ کی اسی امانت داری پر کھڑا ہے۔ اگر یہ جماعت نہ ہوتی تو سنتِ نبوی کی تفصیلات — نماز، حج، زکاۃ، معاملات — ہم تک اس صحت کے ساتھ کبھی نہ پہنچتیں۔

اشاعتِ اسلام اور فتوحات

تیسری بڑی خدمت اسلام کی اشاعت ہے۔ عہدِ نبوی میں وفود و خطوط کے ذریعے اور بعد میں خلفائے راشدین کے دور میں منظم دعوتی و دفاعی پیش رفت کے ذریعے اسلام جزیرہ عرب سے نکل کر فارس، روم، مصر، شام و افریقہ تک پہنچا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت خالد بن ولید، حضرت ابو عبیدہ بن الجراح، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ اس مرحلے کے قائدین میں شامل ہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ صحابہ نے مفتوحہ علاقوں میں محض حکومت نہیں کی بلکہ عدل، امان اور دینی تعلیم کا نظام بھی قائم کیا؛ اہلِ کتاب کو ان کے معاہدوں کے مطابق تحفظ ملا اور لوگ ان کے اخلاق دیکھ کر اسلام قبول کرتے گئے۔ اسی کردار کی وجہ سے فتوحات مستقل دینی تہذیب میں بدل گئیں، وقتی قبضے میں نہیں۔

ریاست، خلافت اور انتظامی خدمات

چوتھا شعبہ ریاست وانتظام ہے۔ صحابہ نے شوریٰ پر مبنی خلافت کا نظام دیا؛ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ارتداد و مانعینِ زکاۃ کے فتنوں سے ریاست کو بچایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیوان، قضا، پولیس، نہریں، سرائیں، ہجری تقویم اور صوبائی نظام جیسی اصلاحات کیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصحف و بحری قوت کو منظم کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فتنوں کے دور میں بھی عدل و اصول کی حفاظت کی۔ صوبوں میں گورنر، قاضی و کاتب مقرر ہوئے جن میں اکثر صحابہ تھے۔ ان کا طرزِ حکمرانی سادگی، مشورے اور قانون کی بالادستی پر قائم تھا؛ خلیفہ خود بھی عدالت کے سامنے جواب دہ ہوتا تھا۔ یہ انتظامی میراث آج بھی سیاساتِ اسلام کے طالب علم کے لیے بنیادی ماخذ ہے۔

قضا، افتاء اور فقہ کی بنیاد

پانچواں شعبہ قضا و فقہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا اور ان سے اجتہاد کا اصول پوچھا جو فقہ کی تاریخ کا مشہور واقعہ ہے۔ حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت زید بن ثابت اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم فقہ و فرائض کے بڑے مراجع تھے۔ ان کے فتاوی و فیصلے بعد کے چاروں فقہی مکاتب کی اصل بنیاد بنے؛ کوفے میں ابن مسعود کی، مدینہ میں زید و ابن عمر کی، مکہ میں ابن عباس کی اور شام میں ابو درداء و معاذ کی روایات نے علاقائی فقہی رنگ پیدا کیے جو بعد میں مدون مکاتب کی صورت اختیار کر گئے۔ یوں اسلامی قانون کی چودہ سو سالہ عمارت کی بنیاد اسی جماعت کے فہم پر کھڑی ہے۔

تعلیم و تربیت کی خدمات

چھٹا شعبہ تعلیم ہے۔ مسجدِ نبوی کا صفہ پہلی درس گاہ تھا جہاں صحابہ خود پڑھتے اور بعد میں معلم بن کر نکلتے رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو مختلف قبائل و علاقوں میں معلم بنا کر بھیجا؛ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مدینہ کے پہلے داعی و معلم تھے۔ فتح یافتہ شہروں میں صحابہ نے حلقے قائم کیے؛ کوفے میں ابن مسعود، بصرے میں ابو موسیٰ اشعری و انس، شام میں ابو درداء و عبادہ بن صامت، مصر میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم کے حلقے مشہور ہیں۔ عورتوں کی تعلیم میں امہات المومنین، خاص طور پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، کا کردار غیر معمولی ہے جن سے بڑے بڑے صحابہ مسائل پوچھتے تھے۔ اس تعلیمی نیٹ ورک نے ایک نسل میں امت کو جہالت سے نکال کر علم کی وارث بنا دیا۔

جدول: خدمات کے شعبے اور نمایاں مثالیں

شعبہ	نمایاں خدمت	مثال
قرآن	جمع و توحیدِ مصحف	زید بن ثابت، عثمان غنی رضی اللہ عنہما
حدیث	روایت و تدریس	ابوہریرہ، ابن عباس، عائشہ رضی اللہ عنہم
اشاعت	مغازی و فتوحات کی قیادت	ابوعبیدہ، سعد، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم
ریاست	نظامِ خلافت و اصلاحات	عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا انتظامی نظام
فقہ و قضا	اجتہاد و فیصلوں کی بنیاد	معاذ، علی، ابن مسعود رضی اللہ عنہم
معاشرت	انفاق، وقف، فلاح	عثمان، عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما

USMAN NOTES www.usmannotes.com

معاشرتی و اخلاقی خدمات

ساتواں شعبہ معاشرتی اصلاح ہے۔ صحابہ نے جاہلی رسوم — بنت کشی، سود، شراب، نسلی تفاخر، انتقام کی نہ ختم ہونے والی جنگیں — کے خاتمے میں عملی کردار ادا کیا۔ غلاموں کی آزادی کی تحریک، یتیم و بیوہ کی کفالت، مہمان نوازی اور پڑوسی کے حقوق جیسی اقدار ان کے عمل سے معاشرے میں رائج ہوئیں۔ وقف کا نظام، جس کی بنیاد حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہما کے اوقاف سے پڑی، صدیوں تک اسپتالوں، سرایوں، کنوؤں و مدارس کا سہارا بنا۔ عورتوں کو مہر، وراثت و عزت کے حقوق دلانے میں بھی اسی جماعت نے نبوی تعلیمات کو نافذ کر کے دکھایا۔ ان خدمات کا حاصل یہ ہے کہ اسلام محض عقیدہ نہیں بلکہ ایک مکمل انسانی تہذیب بن کر دنیا کے سامنے آیا۔

قربانی و استقامت — تمام خدمات کی بنیاد

ان تمام خدمات کی بنیاد وہ قربانیاں ہیں جو الفاظ میں گنی نہیں جا سکتیں۔ مکہ کے تیرہ سال کے مظالم، ہجرت کی جدائی، بدر و احد و خندق کے زخم، یمامہ و یرموک و قادسیہ کی شہادتیں — ہر میدان میں اس جماعت نے جانیں پیش کیں۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق ہزاروں صحابہ نے ان معرکوں میں جامِ شہادت نوش کیا تاکہ دین ہم تک محفوظ پہنچے۔ ان کی استقامت کا راز ان کا وہ ایمان تھا جس کی تصدیق قرآن نے کی۔ اسی لیے امت ان کا احسان کبھی فراموش نہیں کر سکتی؛ ہر نماز کی دعا اور ہر درسِ قرآن و حدیث دراصل ان ہی خدمات کا تسلسل ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کی خدمات قرآن کی تدوین، حدیث کی حفاظت، دین کی اشاعت، ریاست و قانون کی تشکیل، تعلیم کی ترویج اور معاشرے کی اصلاح تک، ہر شعبے کا احاطہ کرتی ہیں۔ تاریخ میں کوئی دوسری جماعت ایسی نہیں جس نے ایک نسل میں اتنی ہمہ جہت و دیرپا خدمات انجام دی ہوں۔ ان خدمات کا مطالعہ محض منقبت خوانی نہیں بلکہ اس ذمہ داری کا احساس ہے کہ جس امانت کو انہوں نے خون و پسینے سے ہم تک پہنچایا، اس کی حفاظت و اشاعت اب ہماری ذمہ داری ہے۔ یہی احساس اس مضمون کا اصل مقصد و پیغام ہے۔